بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

پاکستان میں 'امریکہ کی جنگ' کہاں تک؟

روزنامہ جنگ کے کالم نگار حامد میر اپنے کالم 'قلم کمان' میں لکھتے ہیں:

''رحمانی بخش سے ملے بغیر آپ کو کبھی سمجھ نہیں آئے گی کہ سوات، بونیر اور دیر کے لوگوں کی ایک بڑی اکثریت فوجی آپریشن کی مخالف کیوں ہے؟ یہ لوگ طالبان کے حامی نہیں ہیں لیکن حکومت نے جس انداز میں آپریشن شروع کیا ہے، اس انداز نے ان لوگوں کی نظروں میں طالبان اور حکومت کا فرق مٹا دیا ہے۔ رحمانی بخش نے اپنی گود میں دو سال کی بیٹی کو اُٹھا رکھا تھا جس کے معصوم چہرے پر زخموں کے نشانات واضح تھے۔

اُس نے بتایا کہ چند دن پہلے بونیر کے علاقے پیر بابا کے آس پاس موجود طالبان پر بمباری شروع ہوئی تو اُس نے پورے خاندان کی عورتوں اور بچوں کو گاڑی میں بٹھا کر جیسے ہی اپنے گھر سے نکالا تو گدیزئی کے قریب سڑک پر ٹینک کھڑا نظر آیا۔ رحمانی بخش نے فوراً گاڑی روکی اور ہاتھ اوپر اُٹھا کر ٹینک کی طرف بڑھا تاکہ فوجیوں کو بتا سکے کہ وہ اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں کو محفوظ مقام کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ ابھی وہ چند ہی قدم آگے بڑھا تھا کہ ٹینک سے فائر ہوا اور چند ہی لمحوں میں رحمانی بخش کا پورا خاندان تباہ ہوگیا۔ اس نے شور مچایا کہ گاڑی میں عورتیں اور بچے ہیں لیکن دوسرا فائر بھی ہو چکا تھا۔ رحمانی بخش زخمی ہوکر زمین پر گر چکا تھا۔ کچھ دیر کے بعد ایک بندوق بردار فوجی اس کے قریب آیا اور زخمی رحمانی بخش سے کہا: کیا تم نہیں جانتے تھے کہ علاقے میں کرفیو نافذ ہو چکا ہے اور کرفیو میں گھر سے باہر آنے والے کو گولی ماردی جاتی ہے؟ رحمانی بخش نے کہا کہ اسے یا اس کے خاندان کو کرفیو کا کوئی علم نہیں تھا۔ وہ تو اپنے گھر کے آس پاس شروع ہونے والی بمباری کے باعث سب سامان چھوڑ کر گھر سے بھاگ نکلے تھے۔ فوجی نے کہا کہ کیا لاؤڈ اسپیکر سے کرفیو کا اعلان نہیں ہوا؟ رحمانی بخش نے نفی میں جواب دیا۔ فوجی نے حیرانی سے پوچھا کہ کیا تم نے ٹیلی ویژن پر کرفیو کی خبر نہیں سنی؟ رحمانی بخش نے جھنجھلا کر کہا کہ ہمارے علاقے میں دو دن سے بجلی بند ہے، موبائل

فون بھی بند ہیں اور پی ٹی سی ایل کی سروس بھی۔ ہمیں کیا پتہ کہ حکومت نے کرفیو لگا دیا ہے۔ اب مجھے اپنے خاندان کی لاشیں اُٹھانے دو۔ اس دوران مزید فوجی آ گئے۔ تباہ شدہ گاڑی میں ۱۶/افراد جاں بحق ہو چکے تھے۔ رحمانی بخش کی بوڑھی والدہ، بیوی اور ایک چھوٹی بچی زخمی تھے لیکن اس کے باقی بچے، اس کے دو بھائیوں کی بیویاں اور ان کے بچے اور تین قریبی رشتہ دار لقمۂ اَجل بن چکے تھے۔

رحمانی بخش بار بار مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ میرا کیا قصور تھا؟ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ اس کا دردناک سوال سن کر قریب کھڑا حلیم باچا سسکیاں بھر کر رونے لگا۔ حلیم باچا بھی پیر بابا کا رہنے والا ہے۔ اُس نے کہا کہ دو سال پہلے وہ اپنے علاقے کے لوگوں کو لے کر اسلام آباد جایا کرتا تھا اور وہاں سپریم کورٹ کے سامنے جسٹس افتخار محمد چوہدری کی بحالی کے لئے نعرے لگاتا تھا، پولیس کے ڈنڈے کھاتا تھا اور آج جب رحمانی بخش ہم سے اپنا قصور پوچھتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ جسٹس افتخار محمد چوہدری اس جیسے مظلوموں کی آواز کیوں نہیں سن رہے؟ میں نے حلیم باچا سے کہا کہ رحمانی بخش کا المیہ ابھی تک میڈیا کی نظروں سے اوجھل ہے اور اگر میڈیا کے ذریعے چیف جسٹس کو پتہ چل بھی جائے تو وہ کیا کر سکتے ہیں؟

سوات، بونیر اور دیر میں حکومت کی عمل داری نہیں تھی، اس عمل داری کو بحال کرنے کے لئے آپریشن کیا گیا لیکن آپریشن کے دوران حکومت سے مجرمانہ غلطیاں ہوئی ہیں اور ان غلطیوں کا نوٹس ضرور لیا جانا چاہئے۔ حلیم باچا میری وضاحت سے مطمئن نہیں ہوئے۔ اُنہوں نے کہا کہ آپ میڈیا والوں نے زمینی حقائق جانے بغیر شور مچا دیا کہ بونیر پر طالبان کا قبضہ ہو گیا حالانکہ اِن طالبان کی تعداد ۲۰۰ سے زیادہ نہ تھی، یہ طالبان جان بوجھ کر بونیر آئے تاکہ یہاں بھی آپریشن ہو کیونکہ بونیر والوں نے دو سال سے طالبان کو یہاں آنے سے روک رکھا تھا۔ طالبان نے ایک کامیاب حکمتِ عملی کے تحت ایک تیر سے دو شکار کئے۔ اُنہوں نے بونیر پر آفت مسلط کر کے ہم سے بدلہ بھی لے لیا اور آخرکار بے گھر ہونے والوں کے بچوں کی کچھ نہ کچھ تعداد کو اپنا ساتھی بنانے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ حلیم باچا نے طنزیہ انداز میں کہا کہ دراصل فوجی آپریشن میں جلد بازی محض اس لئے کی گئی کہ آپ کے صدر آصف علی زرداری کو امریکہ کا دورہ کامیاب بنانا تھا۔ متاثرین مالاکنڈ کی اکثریت میں حکومت کے خلاف بے چینی اور غصہ بڑھ رہا ہے۔ جس دن مظلوموں کے سینے میں بھڑکنے والی آگ ٹھنڈی ہو گی، ہم دہشت گردی کے خلاف جنگ جیت جائیں گے۔'' (روزنامہ جنگ، ۲۸/مئی ۲۰۰۹ء)

اس تحریر میں مہاجرینِ سوات کی الم ناک صورتحال کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ ان مہاجرین پر بیتنے والے پریشان کن حالات سے زیادہ فکرانگیز امر یہ ہے کہ رحمانی بخش اور اس جیسے کئی دیگر مظلوموں کے سینے میں جل اُٹھنے والے رنج والم کے دیے کون بجھائے گا؟ اپنے محبت بھرے کنبے کے افراد کی جدائی اور مظلومانہ ہلاکت سے اگر کوئی شخص ردعمل اور انتقام کے جذبات کا شکار ہوگیا تو اسے اپنے غصے کے اظہار کا کوئی موقعہ درکار ہوگا۔ بات یہاں پر ختم نہیں ہوجاتی بلکہ ایک دردناک انجام کی طرف بڑھتی ہے، کیونکہ یہ ظلم وستم صرف اکیلے رحمانی بخش پر نہیں ہوا بلکہ مہاجرین کے ہر دوسرے گھرانے کو اس کا سامنا ہے۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب سوات ومالاکنڈ کے علاقوں میں پھیلے ۵۰ کے لگ بھگ امریکہ کے انٹیلی جنس یونٹوں کا کام شروع ہوتا ہے۔ پاک افغان سرحد پر ۱۷ سے زائد بھارتی قونصل خانے سرگرم ہوجاتے ہیں اور انتقام کی آگ میں جلنے والے مسلمانوں کو اپنے ظالمانہ مقاصد کی بھینٹ چڑھانے کے مکروہ منصوبہ پر عمل درآمد شروع کرتے ہیں۔

پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں ظلم وستم کی یہ کہانی کئی برسوں سے دہرائی جارہی ہے، پاکستانی طالبان کا موجودہ کردار بھی ۲۰۰۴ء کے جنوبی وزیرستان کے ظالمانہ آپریشن کا ردّعمل ہے جس کے مہلک اثرات نے دیگر علاقوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ہم یہاں بیت اللہ محسود، مولوی فضل اللہ اور صوفی محمد کی بے جا وکالت نہیں کرنا چاہتے لیکن واقعاتی حقائق بتاتے ہیں کہ پاکستانی حکومت اور پاک فوج کے خلاف حالیہ مسلح جدوجہد کے دو اوّلین کرداروں کو بھی حکومتی جارحیت کے نتیجے میں اپنے پیاروں سے جدا ہونا پڑا تھا، فضل اللہ کا بھائی سمیع اللہ ۲۰۰۴ء میں ایک فوجی حملے میں مارا گیا اور صوفی محمد کے بیٹے کی ہلاکت تو ابھی چند روز کا واقعہ ہے۔ ۲۰۰۷ء میں لال مسجد کی عفت مآب بیٹیوں کے جسموں کو پگھلا کر جب برساتی نالے میں قرآنِ کریم کے مقدس اوراق کے ساتھ بہایا گیا تو ان سرحدی علاقوں کے نوجوانوں میں انتقامی نفسیات نے جنم لیا۔

کتنے برس گزرے کہ آئے روز ان قبائلی علاقہ جات کے مدارس میں قرآن کی تعلیم حاصل کرنے والے معصوم بچوں کو اجتماعی ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑتا، ایسے واقعات اس قدر کثیر تعداد

میں رونما ہوئے کہ اہل پاکستان سمیت ملتِ اسلامیہ، پاکستانی حکومت کی اجازت سے ہونے والے اس ظلم کو معمول کا واقعہ سمجھ کر نظر انداز کرنے لگی۔ اِن دنوں متاثرہ علاقوں کے مکین ردّ عمل اور انتقام سے مغلوب ہوکر یہ وارننگ دیا کرتے کہ اگر ہلاکتوں اور بمباریوں کا یہ سلسلہ یونہی جاری رہا تو ہم پاکستان کا اَمن وسکون بھی تہ وبالا کردیں گے، لیکن ملک وملت کے کسی بہی خواہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی اور آج دہشت گردی کا یہ عفریت آہستہ آہستہ پورے ملک کے امن وسکون کو غارت کررہا ہے، جس کا سامنا دانش مندی اور حکمت عملی سے کرنے اور اس کی مناسب روک تھام کی بجائے ہم اپنے ہی ہم وطنوں اور ہم مذہبوں کے خلاف ستم کی نئی تاریخ رقم کرنے چل پڑے ہیں۔ متاثرہ قبائلی علاقہ جات سے آنے والے بتاتے ہیں کہ آخر اس ظلم سے تنگ آکر معصوم بچوں کے اجتماعی جنازوں میں شریک ہونے والے افراد نے قرآن پر حلف اُٹھائے کہ وہ اس ظلم کے سامنے کھڑے ہوجائیں گے۔ آج یہی عوامی غیظ وغضب طالبان کا روپ دھار چکا ہے جو دراصل طالبانِ انصاف ہیں اور اپنے ناحق مقتولین کے خون کی دہائی دیتے ہیں۔

❁ سوات ومالاکنڈ آپریشن کے بارے میں قوم میں دو رائیں اس بنا پر پائی جاتی ہیں کہ جو لوگ ان علاقوں میں جاری دہشت گردی کو ایک مستقل واقعہ تصور کرتے ہیں، ان کا ردّ عمل یہ ہوتا ہے کہ حکومت کی رٹ کے خلاف کھڑے ہونے والوں کو پوری قوت سے کچل دیا جائے۔ اور جو لوگ ان علاقوں کی صورتحال کے پورے پس منظر کو ملحوظ رکھتے ہیں، سات برس سے جاری ظلم وستم کو تازہ رکھتے اور امریکہ کے بعد پاکستانی اَفواج کی جارحیت کو بھی یاد رکھتے ہیں کہ ان علاقوں میں بسنے والوں پر بلا جواز ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے اور ان کی زندگی موت سے بدتر ہوگئی تو ان کا موقف گو کہ ان مظلوموں کے حالیہ اقدامات کی حمایت میں نہیں ہوتا تاہم وہ ان کے بارے میں ہمدردی کے جذبات رکھ کر، اُنہیں اپنا ہم وطن اور دینی بھائی جان کر ایک طرف ان پر ظلم وستم کا خاتمہ کرنے کی بات کرتے ہیں تو دوسری طرف ان مظلوموں کو ہر طرح کے شدید اقدام سے باز رکھنے کی کوششیں کرتے ہیں۔

❁ پاکستان کے شمالی علاقہ جات کو درپیش المیے کے بارے میں یہ سوال خصوصیت سے قابل

توجہ ہے کہ کیا یہ لوگ ہمیشہ سے ہی پاکستان کے خلاف اور قانون شکن رجحانات کے حامل رہے ہیں، یا ان کی حالیہ شدت پسندی کا کوئی تازہ داعیہ بھی موجود ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ پاکستانی طالبان ۲۰۰۴ء میں پاک فوج کی جارحیت سے قبل کیوں موجود نہیں تھے؟ یہ سب لوگ ہمیشہ سے یہاں کے رہائشی ہیں اور پر امن زندگی بسر کرنے والے تھے، اگر ان میں باہر سے غیر ملکی ایجنٹ داخل ہوئے ہیں تو ان کو روکنا حکومت ِوقت اور اس کی ایجنسیوں کا کام ہے، لیکن یہاں کے رہائشی بعض لوگ آج کیوں ریاست کے خلاف اس قدر مشتعل ہوگئے ہیں کہ اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر پوری قوم کو ہلاکت و بربادی سے دوچار کرنے پر تل گئے ہیں۔

❁ جب کسی گھرانے کا کوئی فرد بلاوجہ قتل کردیا جائے اور وہ کسی کے ہاتھ پر اس کا خون بھی تلاش نہ کرپائے، قرائن بھی موجود ہوں کہ یہ کسی وقتی حادثے کی بجائے اس مہم جوئی کے نتیجے میں مارا گیا جو پڑوس میں اسلام کے خلاف ایک سپر قوت ظلم روا رکھے ہوئے ہے، تو آخر کار یہ عوامی غیض وغضب پھٹ ہی پڑتا ہے۔ ایسے گھرانے اپنے پیاروں کو یاد کرکے انتہا پسندی پر مجبور ہو ہی جاتے ہیں۔ ان سے یہ توقع کرنا کہ وہ غیر متاثرہ فریق کی طرح بڑا متوازن رویہ اختیار کریں گے، نادانی اور حماقت ہے۔ مقتولین کے ورثا ایک فریق ہیں اور فریق کا ردّعمل نہ تو متوازن شخص کا ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی گواہی قبول ہوتی ہے۔ اس کی سادہ مثال اس آدمی سے سمجھی جاسکتی ہے جو کسی وقت پولیس کے بلاوجہ ظلم کا شکار ہوا ہو، زندگی بھر کے لئے پولیس کے بارے میں اس کا رویہ دیگر لوگوں سے اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے کی بنا پر مختلف اور شدید تر ہوگا۔ آج ایسے مظلوم ومتاثرین سے توازن واعتدال کی توقع رکھنا نادانی ہے، اس کو مظلوم ومتاثر فریق سمجھ کر ہمیں اس پر مظالم کی تلافی کرنا ہوگی، وگرنہ ایسے متاثرہ لوگ ہمارے مکار دشمن کے ایجنڈے کی تکمیل میں بڑی آسانی سے دھوکہ کھا سکتے ہیں۔

❁ پاکستان میں اسلام کے خلاف امریکہ سرکار کی سرپرستی میں مسلسل ۸ سال سے بڑے زور وشور سے نہ صرف قتل وغارت کی جنگ جاری ہے بلکہ نظریاتی معرکہ بھی گرم ہے۔ ہماری نظر میں اسی متاثرہ سرحدی علاقوں میں جاری ظلم وستم اور قتل وغارت کے نتیجے میں طالبان کا اُبھرنا دراصل جوابی ردّعمل کا اِظہار ہے جو دین کے خلاف نظریاتی یلغار کے نتیجے میں دین

اسلام کے نعرے تلے، طالبانیت کے سائے میں پناہ ڈھونڈ رہا ہے۔ اگر یہ ظلم وستم اسی طرح جاری رہا اور پاکستان کے دیگر خطوں کی طرف خدانخواستہ بڑھا تو وہاں بھی لوگ مجبوراً طالبانیت کے نعرے میں پناہ ڈھونڈیں گے۔ اس لئے پاکستان کا اصل مسئلہ طالبانیت نہیں بلکہ امریکانائزیشن ہے جس کی اندھی تائید میں اپنی قوم اور نظریہ کو لگاتار ہدف بنایا جارہا ہے۔

❁ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے پاکستانی فوج کے خلاف جارحیت کیوں کر شروع کی؟ اس کا بھی جواب بڑا واضح ہے۔ شروع شروع میں جب امریکہ نے ان کے دینی مراکز پر حملے کئے، اور عوام کو ہلاکت و بربادی سے دوچار کیا تو اس کے نتیجے میں یہ قبائلی لوگ امریکہ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ امریکہ نے اپنے اتحادی ملک پاکستان سے اُنہیں دبانے کے لئے نہ صرف مدد طلب کی بلکہ یہاں موجود اپنے مطلوب افراد کو پکڑنے کے لئے بھی مشرف حکومت کو ڈالروں کا لالچ دیا۔ یوں پاکستانی حکومت نے نادانی میں امریکہ کی جنگ کو اپنا لیا اور اس میں اپنے عوام کی حفاظت کی بجائے امریکی ظلم میں شریک ہوکر اپنے عوام کے خلاف امریکی ایجنٹ کا کردار ادا کیا۔ اس سے یہ لوگ پاکستانی فوج اور سیکورٹی ایجنسیوں کے بھی خلاف ہوگئے۔ دراصل یہ علاقے ڈھائی ہزار کلومیٹر لمبی پاک افغان سرحد پر ہیں، اور ایک ہی نسل ہونے کے ناطے یہاں سے امریکہ کے خلاف افغان مزاحمت کو بھرپور مدد ملتی تھی۔ امریکہ نے افغانستان میں اپنے خلاف مزاحمت کو کمزور کرنے کے لئے ان لوگوں کو اپنی سلامتی کی جنگ میں دھکیل دیا، اور یہ جنگ جو افغانستان کی سرزمین پر لڑی جانا تھی، اسے پاکستان کے داخلی علاقوں میں بھڑکا دیا۔ اس لئے ہم اس جنگ کو پاکستان کی بجائے امریکہ کی جنگ سمجھتے ہیں، جو پاکستان امریکہ کی آشیرباد حاصل کرنے کے لئے لڑ رہا ہے اور اس کو اپنے گلے ڈال چکا ہے۔

❁ امریکہ ان علاقوں میں ہمیشہ عوام اور پاک فوج کے مابین مفاہمت کا مخالف رہا ہے اور کئی امن معاہدوں کے شرکا کو ہلاک بھی کرچکا ہے، تاکہ یہ لوگ جنگ وجدل میں مصروف رہیں اور یہاں قتل وغارت کا بازار گرم رہے جس کا فائدہ ایک طرف افغانستان میں جاری مزاحمت میں کمی کے ذریعے اُٹھایا جائے تو دوسری طرف پاکستانی حکومت کو شدت پسندوں کے

خلاف ناکام قرار دے کر عالمی سطح پر ناکام اور ایٹمی اثاثوں کی حفاظت کے لئے نااہل قرار دیا جائے۔ طرفہ تماشا یہ ہے کہ یہی امریکہ افغانستان میں طالبان کو مفاہمت کی پیش کش کر چکا ہے تاکہ وہاں سیاسی عمل دخل بڑھا کر اپنے رہنے کی مدت کو طویل تر کیا جائے۔ لیکن جواباً افغانی طالبان نے جو ۸۰ فیصد افغان علاقے پر حکمران ہیں، امریکہ سے ہر طرح کی مفاہمت کو اس وقت تک خارج از امکان قرار دیا ہے جب تک امریکی افواج یہاں سے نکل نہیں جاتیں۔

الغرض پاکستان کو درپیش ان حالات کے پس پردہ تحریکِ طالبان کا وہ رویہ اور رجحان ہے جو خالصتاً ردّعمل اور انتقامی بنیادوں پر مبنی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستانی طالبان پر ظلم کیا گیا ہے۔ ان پر ظلم کی موجودگی اُن کے لئے قدرے ہمدردی تو پیدا کرسکتی ہے لیکن اس کے باوجود ان کے موقف اور جوابی انتہاپسندی کی حمایت نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ کوئی چور اس بنا پر چوری کا پیشہ اختیار کرلے کہ بچپن میں اس کا مال لوٹا گیا تھا، ظاہر ہے کہ یہ ظلم کا جواز نہیں بنتا۔ اگر مسلمانوں میں فتنہ کے فروغ کو دیکھا جائے اور اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف راہِ عزیمت کو اختیار کیا جائے تو قرآنِ کریم سے ہمیں سب سے پہلے واقعہ قتل: ہابیل اور قابیل کے سلسلے میں یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ہابیل نے بھائی کو کہا تھا:

﴿لَئِنۢ بَسَطتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَآ أَنَا۠ بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ﴾

''اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے دست درازی کرے گا، تو میں پھر بھی اپنا ہاتھ تیری قتل کے واسطے نہیں بڑھاؤں گا۔'' (المائدۃ: ۲۸)

ایک اور مقام پر قرآنِ کریم میں ہے:

﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ﴾ (النحل: ۱۲۶)

''اگر تم بدلہ لو تو اسی قدر ہو جتنا تمہیں تکلیف دی گئی ہے، اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے زیادہ بہتر ہے۔''

یاد رہے کہ ظلم وستم کا بدلہ چکانے کے لیے یہ جوابی رویہ بھی ان حالات میں گوارا ہے جب کہ مقابل دشمن متعین فرد ہو، حالانکہ ردّعمل میں جوابی شدت پسندی کا مظاہرہ کرنے والے اگر

اس بنا پر پاکستان کے پرامن باشندوں یا سیکورٹی فورسز کے ایسے اہل کاروں کے خلاف کھڑے ہوجائیں جنہوں نے بذاتِ خود اُن پر ظلم نہیں کیا تو اس کی اسلام میں گنجائش نہیں۔

اس سے زیادہ تکلیف دہ امر یہ ہے کہ طالبان کے اس ردّعمل کو بھی امریکہ نے ہائی جیک کرلیا ہے اور اس نے ان میں اپنے ایجنٹ داخل کرکے ان کے اہداف کو نہ صرف مشکوک و ناجائز بنا دیا ہے بلکہ اس سے پاکستان کے استحکام کو بھی خطرے میں ڈالنے کا مذموم ہدف پورا کروا رہا ہے۔

آپریشن کے ابتدائی ایام میں ہماری حکومت جوابی مزاحمت اور امریکہ میں اس تعلق کی نشاندہی کرنا قرینِ مصلحت نہیں سمجھتی تھی، بلکہ ہر ظلم کو براہِ راست اسلام کے نام لیوا طالبان کے کھاتے میں ڈال دیا جاتا تھا،لیکن گذشتہ دنوں حکومت نے ان طالبان کے پاس نیٹو کا اسلحہ ہونے کا اِقرار کیا ہے۔ ۵ جون کے اخبارات میں وزیر داخلہ کا بیان موجود ہے کہ طالبان کی مزاحمت کے پیچھے منصوبہ ساز دماغ کوئی اور ہے۔ امریکہ اور دنیا بھر کے کفار کے لئے ابلاغی جنگ سب سے آسان ہے، پھر دوسروں کو مالی لالچ دے کر اپنے مفادات کے لئے استعمال کرنا بھی مشکل نہیں۔ سب سے مشکل بلکہ ناممکن کام ان کے لئے بذاتِ خود مسلمانوں سے دوبدو جنگ کرنا ہے جس سے امریکی اور نیٹو فوجی بدکتے ہیں۔ ان حالات میں پاکستان میں جاری مخاصمت، جو دراصل انتقامی بنیادوں پر استوار ہوئی تھی، اس میں اپنے ایجنٹ داخل کرکے امریکہ نے ڈالروں کے بدلے لڑنے والے بھی حاصل کرلیے ہیں اور خود عملاً جنگ سے باہر بیٹھ کر محض منصوبہ بندی اور غداری کے ذریعے اپنے مذموم اَہداف کی تکمیل کی جارہی ہے۔

پاکستان کے لئے امریکہ کی موجودہ حکمتِ عملی کی سادہ مثال یہ ہے کہ کچھ عرصے سے امریکہ بلوچستان میں القاعدہ قیادت کے چھپے ہونے کا مغالطہ دے کر پاکستانی حکومت سے بلوچستان میں بھی ڈرون حملے کرنے کے لئے شدید دباؤ ڈال رہا ہے۔ اگر حکومت نے امریکہ کی مکاری اور چالبازی کو نہ سمجھا یا وقتی مفاد اور شدید دباؤ کے پیش نظر بلوچستان میں امریکہ کو ان حملوں کی اجازت دے دی تو اس صوبہ کی صورتحال بھی سرحد سے مختلف نہیں ہوگی۔ یاد رہے بلوچستان میں حکومت نے پہلے ہی امریکی فوج کو کئی ہوائی اڈے دیے ہوئے ہے۔ یہی وہ

صوبہ ہے جو معدنی وسائل سے مالا مال اور گرم پانیوں تک رسائی رکھتا ہے اور افغانستان میں اپنے قیام کے بعد وسط ایشیائی ریاستوں سے مکمل مفاد حاصل کرنے کے لئے امریکہ کو براہِ راست سمندر تک رسائی درکار ہے۔ اسی صوبہ کی اہم ترین سیاسی شخصیت نواب اکبر بگٹی کو پہلے ہی حکومت ہلاک کرچکی ہے۔ شورش سے بھرپور ان حالات میں امریکی ڈرون حملے خدانخواستہ وہاں بھی ظلم وستم کا بازار گرم کریں گے، اور ظلم کا نشانہ بننے والے عوام حکومت کے تحفظ سے محروم ہوکر ردِعمل اور انتقام کی راہ پر چل نکلیں گے۔ یہی وہ حالات ہوں گے جن میں امریکی افواج کو براہ راست سامنے آئے بغیر محض اپنے سرمائے اور منصوبہ بندی سے ان عوام کو پاکستانی ریاست کے خلاف استعمال کرنا بآسانی ممکن ہوجائے گا۔ بظاہر مسلمان اور پاکستانی لڑیں گے، عوام اور سیکورٹی فورسز برسرپیکار ہوں گی، لیکن درحقیقت عالمی استعمار پس پشت رہ کر ہر دو فریق کی ڈور ہلائے گا اور اپنے مذموم مقاصد پورے کرے گا۔

پاکستان کچھ عرصے بالخصوص اوباما انتظامیہ کے بعد اسی قسم کی مخدوش صورتحال اور سفارتی دباؤ کا شکار ہے، جس کے لئے اب 'سفارتی استعمار' کی اصطلاح اپنائی جانے لگی ہے۔ چند ماہ پہلے تک دہشت گردی کی جنگ میں پاکستان امریکہ کے ساتھ فرنٹ لائن سٹیٹ بن کر اس کی بھرپور مدد کررہا تھا۔ آج سے چھ ماہ قبل دسمبر اور جنوری میں پاکستان کے قبائلی علاقہ جات میں حالات کافی پرسکون تھے، جیسا کہ اس سال جنوری کا پورا مہینہ ایک دھماکہ بھی نہیں ہوا، لیکن امریکہ پاکستان کو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے لئے اُکسا رہا تھا اور پاکستان اس کے لئے آمادہ نہیں ہورہا تھا۔ امریکہ کی مکاری اور پاکستانی حکومت کی نادانی کا یہ کرشمہ ہے کہ آج امریکہ پاکستان کا معاون بنا ہوا ہے اور پاکستان کے لئے یہ دہشت گردی سب سے بڑا دردِ سر! حتیٰ کہ ملکی سلامتی کا مسئلہ بن چکی ہے۔

پاکستان کو قبائلیوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کرنے کے لئے ایک طرف ان علاقوں پر لگاتار ڈرون حملے کئے گئے تاکہ وہاں کے رہائشیوں کے پاس جوابی تشدد اور جارحیت کے سوا کوئی چارہ نہ رہے اور دوسری طرف گذشتہ چار ماہ میں لگاتار پاکستان کے اہم مقامات کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا تاکہ پوری قوم کو طالبان کے خود ساختہ خوف کے خلاف جمع کیا

جاسکے اور اُنہیں ملکی سلامتی کے خلاف ایک سیکورٹی رسک کے طور پر متعارف کرایا جائے۔ ہماری نظر میں لاہور میں ہونے والے مناواں سنٹر اور ریسکیو بلڈنگ پر حملوں کو اسی قبیل سے ہونے کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ۲۷مئی کو لاہور میں ہونے والا حملہ بھی دراصل سوات و مالاکنڈ میں ہونے والی فوجی جارحیت کے خلاف جواز مہیا کرنے کے لئے ہے، تاکہ پاکستانی عوام میں طالبان کے بارے ہم دردی کا کوئی جذبہ پیدا نہ ہونے پائے۔فوجی جارحیت کے ان دنوں میں دیر و بونیر سے ایسے زخم خوردہ مسلمان تلاش کرنا چنداں مشکل نہیں جو اپنے انتقام کی آگ بجھانے کے لئے ہر طرح کے تعاون، منصوبہ بندی اور ہلاکت خیز مواد کے متلاشی ہوں۔لیکن کیا ایسے دھماکوں کو کسی ظاہری خودکش شخص پر ڈال کر اور اصل منصوبہ ساز دماغ کو نظر انداز کرکے، جس کا اعتراف وزیر داخلہ بھی کرچکے ہیں، حکومت اپنی ذمہ داری سے عہدہ برا ہوسکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ پاکستانی عوام کے جذبات کا استحصال کرنے والا اصل مجرم ہے جس کی روک تھام حکومت کی ذمہ داری ہے۔ طالبان کے خلاف ردّعمل کو مزید تیز کرنے کے لئے سوات و مالاکنڈ آپریشن کے بعد دیگر پرامن شہروں کو بھی اس آپریشن کے ردّعمل کے نام پر ہلاکت خیزی کا شکار کیا جائے گا اور اس طرح پاکستانی حکومت کے کمزور ہونے کا عالمی پروپیگنڈا اور طالبان کے مزید قوی ہونے کی خبریں دنیا بھر کے میڈیا میں گردش کریں گی۔

پاکستان میں جاری دہشت گردی ہمیشہ مخصوص مقاصد کے تحت فروغ پاتی رہی ہے۔اللہ کا شکر ہے کہ پاکستانی عوام میں دہشت گردی کے حقیقی رجحانات اور داخلی وجوہات موجود نہیں ہیں بلکہ اپنی معصومیت واخلاص کی بدولت دشمن اُنہیں اپنا آلہ کار بنانے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سالہا سال تک شیعہ سنی فسادات کی آگ میں بھڑکنے والے پاکستان میں اس نوعیت کی دہشت گردی کا کوئی واقعہ اب کئی برسوں سے رونما نہیں ہوا۔ ماضی میں مساجد اور سیکورٹی فورسز کے خلاف ہونے والے دہشت گردی کے واقعات اب نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس وقت پاکستان میں جس نوعیت کی دہشت گردی کی واردات ہورہی ہیں، اس میں حکومتی رٹ کو چیلنج کرنے، سینماؤں اور مغربی تہذیب کے مراکز کو نشانہ بنانے اور پرامن شہریوں کو بڑے پیمانے پر ہلاکت و بربادی سے دوچار کرنے کا رجحان غالب ہے۔

افسوس اِس امر پر ہے کہ ہماری حکومت ملکی سلامتی کو درپیش اس گھمبیر صورتحال میں فہم وفراست کی بنا پر کوئی کاروائی کرنے کی بجائے سراسر نادانی سے اپنے ہی ملک اور اس کے باسیوں کو مزید آگ میں جھونکنے جیسے اقدامات کررہی ہے جس سے یہ جنگ کم ہونے کی بجائے سالہا سال تک پوری ریاست میں جاری رہنے کے امکانات روز بروز بڑھ رہے ہیں۔

امریکہ ایک ماہ قبل جس شد ومد سے پاکستانی حکومت کو اپنے ہی ناراض ہم وطنوں سے لڑانے کے لئے دباؤ ڈال رہا تھا، آج ہم اپنے دشمن کی حکمتِ عملی پر پوری طرح کاربند ہوچکے ہیں۔ان حالات میں امریکہ کو جنگ کے ہر دوفریق کو محض اِمداد اور روپے کے نام پر انتہائی سستے داموں اپنی جنگ جاری رکھنے اور ہماری قوت ختم کرنے کا موقعہ مل رہا ہے۔ عراق میں امریکہ کا ماہانہ جنگی خرچ ۷۰ بلین ڈالر ہے جب کہ پاکستان میں محض ڈیڑھ بلین ڈالر سالانہ امداد کے دباؤ پر امریکہ پاکستانی حکومت کو جنگ لڑنے پر مجبور کرکے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کررہا ہے۔ قارئین کو یاد ہوگا کہ دو ماہ قبل پاکستان کے لئے سالانہ ڈیڑھ ارب ڈالر امداد کے موقعہ پر قومی قیادت نے اسے پاکستان کے خلاف اعلانِ جنگ سے تعبیر کیا تھا، آج پاکستان واقعتاً اس امداد اور عالمی قرضوں کے حصول کے نام پر اپنی سلامتی کی جنگ لڑ رہا ہے۔ اس امداد پر خوشیاں منائی جاتیں اور قوم کو خوشخبریاں دی جاتی ہیں، لیکن امداد کے متعینہ مصارف اور طے کردہ شرائط سے عوام کو بے خبر رکھا جاتا ہے۔

حکومت ان حالات میں اپنے ہی ہم وطنوں کے خلاف جارحیت اور عسکریت کی راہ اپنا کر شدید نادانی کا مظاہرہ کررہی ہے۔ طالبان کی جس قیادت بیت اللہ محسود اور مولوی فضل اللہ کے سروں کی قیمتیں بڑھا چڑھا کر مقرر کی جارہی ہیں، انہی کے ناموں پر امریکی مفادات کی سیاست ہورہی ہے اور اس قیادت کو محفوظ ومامون رکھ کر امریکی عزائم پورے کئے جائیں گے۔ خدانخواستہ ان طالبان رہنماؤں کو محفوظ راستہ دے کر دیگر صوبوں تک بھی ان کے تعاقب کو پھیلا دیا گیا تو پھر پورے ملک کا اللہ ہی حافظ ہے۔ پہلے بھی کئی بار پاکستانی حکومت نے امریکہ کو بیت اللہ محسود کی کسی مقام پر موجودگی کی اطلاع دی لیکن اس کو بدترین دشمن باور کروانے کے باوجود امریکہ نے وہاں کوئی حملہ نہ کیا۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح اُسامہ بن لادن کا نام دہشت گردی کا استعارہ بن کر لگاتار امریکی مفادات کی تکمیل کا سبب بنا رہا، اسی

طرح مذکورہ رہنماؤں اور ان کی تنظیموں کے اعترافات سے خود ساختہ دشمن پروان چڑھا کر اپنی جارحیت کو جواز مہیا کیا جا رہا ہے۔

یاد رہے کہ ان رہنماؤں کو امریکی ایجنٹ قرار دینے کی بجائے ہم ان کے بیانات کے استحصال کی نشاندہی کر رہے ہیں جن بیانات کی خبریں اکثر وبیشتر ہمیں عالمی خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعے موصول ہوتی ہیں۔ ان طالبان رہنماؤں کے خلوص میں شک کرنے کے بظاہر امکانات نظر نہیں آتے لیکن اس کے باوجود انکے اقدامات یا ان کے نام پر ہونے والے اقدامات سے اسلام کی حقانیت اور پاکستان کی سالمیت پر اچھے اثرات واقع نہیں ہوتے۔

پس چہ باید کرد؟

پاکستان نہ صرف بیرونی سطح پر براہِ راست جنگ کا شکار ہے بلکہ خود پاکستانی قوم بھی اندرونی طور پر باہم برسرپیکار ہے، مسلمان مسلمان کا خون بہا رہا ہے۔ اس سے افسوسناک صورتحال اور کیا ہوگی کہ پاک فوج اپنے ہی شہریوں اور اپنی ہی سرزمین پر جنگ لڑ رہی ہے۔ وہ قبائلی جنہیں پاکستان کا بازوئے شمشیر زن کہا جاتا تھا، آج ایسے حالات میں اس بازوئے شمشیر زن سے لڑائی جاری ہے کہ ہر دو سرحدوں پر دشمن فوجیں تیار کھڑی ہیں اور ہم اپنی ہی دفاعی قوت کو پامال کر رہے ہیں۔ ان علاقوں کے رہائشی خواہ وہ فوجی ہوں یا عوام، کل کلاں کس جذبے کے تحت پاک وطن کے دفاع کے فرض کی تکمیل کریں گے۔ یہ حقائق بڑے تلخ ہیں اور جب تک پاک افغان سرحد پر آمد ورفت کو کنٹرول نہیں کیا جاتا، افغانستان اور پاکستان کی جنگ ایک دوسرے سے مربوط ومنسلک رہے گی۔ ان سنگین حالات میں قوم کے ہر طبقہ کو انتہائی ذمہ داری اور دانائی کا ثبوت پیش کرنے کی ضرورت ہے، وگرنہ ہم تین مکار وچالاک دشمنوں: امریکہ، بھارت اور اسرائیل کے مکروہ عزائم کو خاک میں نہیں ملا پائیں گے۔

- اپنے عوام کو تحفظ دینا ہوگا اور ان پر جارحیت ختم کرنا ہوگی کیونکہ یہ مزید المیوں کو جنم دیتی اور سرحد پر بیٹھے دشمن کو مکاری کے ذریعے اپنے مقاصد پورا کرنے کی راہ ہموار کرتی ہے۔
  فوجی آپریشن کو فوری طور پر بند کر کے متاثرین کی جائز شکایات کی تلافی ہونی چاہئے۔
- امریکی فوج اور اس کی ایجنسیوں کو ملک سے نکال باہر کرنا ہوگا، ان کی سپلائی لائن کو بند کرنا

ہوگا، وگرنہ یہ غیر ملکی ایجنسیاں اپنے منصوبوں میں کامیاب ہوکر ملک کو مزید ابتر صورتحال سے دوچار کریں گی اور اس کے نتیجے میں پاکستانی حکومت کو ناکام قرار دے کر ایٹمی اثاثوں پر قبضہ کی کوششیں کریں گی۔

◉ حکومت کو اپنی قوم سے مصالحت کی راہ تلاش کرنا ہوگی۔ اس سلسلے میں صوفی محمد کا معاہدہ امن ایک قابل اتباع مثال ہے، معاہدۂ امن کے طے شدہ تقاضوں کو خلوص سے پورا کیا جائے اور دونوں طرف سے کوتاہیوں کو رفع کیا جائے تو اس شر سے ایک عظیم خیر رونما ہوسکتی ہے۔ البتہ صوفی محمد کی نظامِ عدل کی ترجیحات میں ملک کی مسلمہ دینی قیادت کی مخلصانہ سفارشات سے استفادہ کرنا چاہئے۔ پاکستان میں امن وامان آخرکار مصالحت ومفاہمت کے نتیجے میں ہی آئیگا اور ایک روز حکومت کو اس حقیقت کا سامنا کرنا ہی ہوگا، بصورتِ دیگر طالبان کے نام پر غیر ملکی ایجنٹ گوریلا کاروائیاں شروع کر کے عوام اور ہماری فوج کو شریکِ جنگ رکھیں گے۔

◉ ہمارے سیاستدانوں کو اس نازک وقت میں ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھ کر ملکی سلامتی پر اوّلین توجہ دینا چاہئے، مولانا فضل الرحمٰن کے اس بیان کہ طالبان اسلام آباد تک پہنچ سکتے ہیں، نے امریکہ کے کونسے کونسے مقاصد پورے کئے اور نواز شریف کے آپریشن کی حمایت میں بیانات ملک میں کیسا بحران پیدا کررہے ہیں، اس کا اندازہ ہر صاحبِ بصیرت کرسکتا ہے۔ امریکہ کبھی اپنی خوشامد وچاپلوسی کے نتیجے میں نواز شریف کو فیصلہ کن عہدے پر فائز نہیں کرے گا، البتہ وہ نواز شریف اور جنرل کیانی کو اہمیت دے کر حکومتِ وقت کو مزید دباؤ کا شکار کررہا ہے، تاکہ حکومت دیگر متبادلات کی موجودگی میں امریکہ کی زیادہ سے زیادہ اطاعت وفرمانبرداری کا مظاہرہ کرے۔

◉ پاکستان کی دینی جماعتوں کو اس نازک موقع پر باہمی اختلاف کا مظاہرہ کرکے مفادات کی سیاست سے ہرممکن گریز کرنا چاہئے۔ لوگوں کو بخوبی علم ہوتا جارہا ہے کہ کون امریکہ اور حکومت کے ایجنڈے پر چل رہا ہے اور کون اپنی جنگ لڑ رہا ہے۔ پاکستان کی بعض دینی جماعتوں کی نادانی پر مبنی حکمتِ عملی کا یہ نتیجہ ہوگا کہ وہ اُمت میں انتشار کا سبب بنیں گی اور اہل دین سے الگ تھلگ ہوجائیں گی۔ نظریاتی جنگ کے اس مرحلے پر دینی جماعتوں کو ایک متفقہ موقف اپنا کر عوام کی درست رہنمائی کرنا چاہئے اور فرقہ وارانہ رجحانات سے عوام کو مزید منتشر ہونے سے بچانا چاہیے۔

◉ عوام کو یہ سوچ کر کہ جنگ صرف سرحدی علاقوں کی ہے، اپنی ذمہ داری سے صرفِ نظر نہیں کرنا چاہئے۔ جب امریکہ نے عراق وافغانستان پر آتش وآہن برسایا تو ہم لوگ مطمئن رہے کہ ہم پر تو کوئی پریشانی نہیں آئی، ہمارے سرحدی علاقے متاثر ہوئے تو ہم نے سوچا کہ یہ تو قبائلیوں کا مسئلہ ہے اور اپنی روزمرہ دلچسپیوں میں مشغول رہے۔ اگر ہمارا یہی وطیرہ رہا تو کل کلاں ہم پر ہونے والی کسی جارحیت پر باقی مسلمان اسی طرح خوابِ خرگوش کے مزے لیں گے۔ آج حالت یہ ہے کہ بدامنی اور قتل وغارت ہمارے شہروں میں داخل ہوچکی ہے۔ درجنوں بارود بھری گاڑیاں شہروں میں داخل ہونے کی اطلاعات دی جارہی ہیں۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ باشعور مسلمان ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے امریکی دباؤ پر اپنے ہم وطنوں پر جارحیت کی مخالفت کریں اور امریکہ کو اپنے وطن سے نکال باہر کرنے کے لئے وکلا تحریک کی طرح تمام تر عوامی دباؤ منظم کریں۔ بصورتِ دیگر جب دشمن سر پر آن پہنچا تب اس کا جواب دینا ممکن نہ ہوگا۔ اس وقت 'گو امریکہ گو' کی عوامی تحریک چلانا دینی وقومی جماعتوں کا اوّلین فرض ہے، تمام جماعتوں کا اس تحریک کا ساتھ دینا چاہئے۔ اور نفاذِ شریعت کے مسئلہ کو صرف سوات ومالاکنڈ کی بجائے پورے ملک میں اس کے نفاذ کے مثبت مطالبے پر حکومتِ وقت کو دباؤ دینا چاہئے۔

◉ پاکستانی حکومت تمام تر صورتحال سے بخوبی واقف ہے، اسے اپنی فوج کو حقائق کے مطابق استعمال کرنا چاہئے۔ یہ اللہ کے دین کے محافظوں کی فوج ہے جس کا ہدف کسی مسلمان کی بجائے کافر کو ہی ہونا چاہئے۔ فوجی حکام کو بھی اس امر کا شعور ہونا چاہئے، نہ کہ مفادات کے لالچ میں اپنے ہی ہم وطنوں کے خلاف خود ساختہ 'جہاد' کے احکامات دے دیے جائیں۔ فوج کو باشعور اور اسلام ومسلمانوں کا محافظ وخیر خواہ ہونا چاہئے۔

◉ حکومت سے متحارب پاکستانی طالبان کو مسلمان بھائیوں کے خلاف اپنی متشددانہ روش سے باز آجانا چاہئے۔ ایسے حالات میں جنگ کا کوئی فائدہ نہیں جب کہ اس کا تمام تر فائدہ امریکہ اُٹھا رہا ہو۔ فرض کریں اگر ان پر ظلم ہوا ہے تو اُنہیں بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان پر ڈرون حملے امریکہ نے کئے ہیں، اور اگر پاکستانی فوج ان کے مدمقابل ہے تو وہ بھی کسی اور کے احکام کی تعمیل پر مجبور ہے، اس لئے ان کا ہدف کسی مسلمان کو نہیں ہونا چاہئے۔

اگر طالبان کا کوئی ساتھی انتقام سے مغلوب ہوکر خودکش حملے میں پناہ تلاش کرتا ہے تو اس کو بتلانا چاہئے کہ پرامن مسلمانوں کی جانوں سے کھیلنا شریعتِ اسلامیہ میں قطعاً جائز نہیں ہے۔ اصل دشمن سے توجہ ہٹا کر اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو ہدف بنانے کی سازش مکار امریکہ کی ہے، اگر کوئی مسلمان اپنی جان کی قربانی تک کے لئے تیار ہے تو یہ قربانی کفار کے خلاف کام آنی چاہئے، نہ کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے خلاف!

- پاکستانی طالبان میں افغانی طالبان کے برعکس نہ تو کوئی مرکز ہے اور نہ متفقہ حکمتِ عملی۔ افغانستان میں طالبان کی چند سالہ حکومت نے افغانی طالبان میں قیادت اور مرکزیت کو مستحکم کردیا ہے، اوران کا دشمن اور ہدف بھی ایک اور واضح ہے کہ امریکہ کو افغانستان سے بھگایا جائے جبکہ پاکستانی طالبان محض ظلم کے خلاف کسی مرکزی قیادت اور منظم منصوبہ بندی کے بغیر اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ پاکستانی طالبان کے متعدد گروہ ہیں اور ہر ایک کی علیحدہ شوریٰ، جس کے مختلف اہداف اوراپنی حکمتِ عملی ہے۔ ان منتشر حالات میں افغان طالبان کے سربراہ ملا عمر نے صوبہ خوست سے پاکستانی طالبان کو یہ ہدایت جاری کی ہے کہ وہ پاکستان میں لڑنے کی بجائے افغانستان میں امریکہ کے خلاف اکٹھے ہوجائیں۔ اُنہوں نے پاکستانی طالبان کو پاکستان کی سیکورٹی فورسز کے خلاف لڑنے سے منع کیا ہے۔ ان ہدایات کے نتیجے میں شورش زدہ علاقوں سے طالبان نے افغانستان کی طرف نکلنا بھی شروع کردیا ہے اور ذرائع ابلاغ میں پاکستانی طالبان کے یہاں سے بھرپور انخلا کی رپورٹیں بھی شائع ہوچکی ہے۔ (دیکھئے: 'ندائے ملت': ۵ جون ۲۰۰۹ء)

یہ بالکل درست حکمتِ عملی ہے، اپنے ہدف کو واضح اور دوٹوک رکھنا کامیابی کے لئے اشد ضروری ہے۔ اِسلام کے نام پر بڑھنے والا ہر قدم شریعتِ اسلامیہ کی رہنمائی کے عین مطابق ہونا چاہئے۔ ان حالات میں کسی مسلمان کے خلاف گولی چلانے والا مسلمان ہی اصل مجرم ہے چاہے وہ گولی چلانے والا فوج میں سے ہو یا طالبان کے نام پر یہ کام کرے۔ اگر اہل پاکستان پر ظلم ہوا ہے تو اس وقت اصل ظالم امریکہ کو بھگا کر ہی اس ظلم کا حقیقی خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ افغان طالبان کی طرح یہی پاکستانی مجاہدین اور حکومتِ پاکستان کا نکتہ اشتراک ہونا چاہئے کیونکہ اسی میں ہماری عزت، کامیابی اور بقا مضمر ہے! (ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)